- ❖ کھوجی کتے کے متعلق سوالات
- ❖ تعزیر مالی فقہا کی زبانی
- ❖ کھوجی کتے پر لگائے گئے مصارف کا ذمہ دار کون؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کھوجی شخص یا کھوجی کتے کے متعلق تین سوالات:

1....... کیا کھوجی شخص، یا کھوجی کتے سے چوری ثابت نہ کرنے کی صورت میں مدعی علیہ ہتک عزت کا دعوی کر سکتا ہے؟ اور اپنی بدنامی کے عوض مال وغیرہ وصول کر سکتا ہے؟

2......... کیا کھوجی شخص کی اجرت، یا کھوجی کتے کی فیس مدعی کے ذمہ ہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

3......... کھوجی شخص، یا کھوجی کتا بدنامی کا ذریعہ بھی ہو سکتے ہیں، کیونکہ بسا اوقات چوری ثابت نہ ہونے کی صورت میں اور یا غیر چور کو چور ثابت کرنے کی صورت میں نہ ختم ہونے والے اختلافات رونما ہو جاتے ہیں، تو از روئے شرع کھوجی شخص، یا کتا ہر ایک لا سکتا ہے، یا حکومت ہی کی سرپرستی ضروری ہے۔۔۔۔۔؟

الجواب حامداومصليا

بے عزتی کا دعوی کرنے والے اگر ہتک عزت کا دعوی کرے اور اس پر مال کا مطالبہ کرے، مال دیے بغیر مسئلہ کسی صورت حل نہ ہوتا ہو، تو گاؤں کے معتبر اور ثقہ عالم کی سرپرستی میں مالی جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب حکومت سے اپنے حق لینے کی کوئی امید نہ ہو اور نظام سلطنت جبر اور رشوت پر مبنی ہو، تو اس وقت تعزیر مالی سے تصفیہ کرایا جا سکتا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ اس معمہ کو جرگہ کمیٹی سے حل کرایا جائے اس میں کم از کم ایک ثقہ عالم کا ساتھ ہونا، یا اس کی تائید کا حاصل ہونا ضروری ہے، تاکہ قاضی کی مٹی ہوئی شکل کم از کم رونما ہو جائیں۔۔۔۔

چنانچہ علامہ مفتی محمود رحمہ اللہ رقمطراز ہے:

''والبلدة التی لاوالی فیها ولاحاکم ،او کان ولایحکم بحکم الشرع ،فالعالم الثقة الذی یعتمده المسلمون هناک بمنزلة القاضی ----''

(جلد ۳،صفحه ۶۵۴)

(کذافی معارف السنن:کتاب الصوم)

(کذافی احسن الفتاوی:کتاب الصوم)

تعزیر مالی فقہا کی زبانی۔۔۔۔

تعزیر مالی (مالی جرمانہ) کے متعلق حضرات فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں کافی تفصیلی بحث کی ہیں، ان تمام تفصیلات اور بحثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرات طرفین کے نزدیک مالی جرمانہ سرے سے جائز نہیں ہے اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاکم وقت کے لئے تعزیر مالی کو جاری کرنا جائز و درست ہے۔ اور ساتھ میں یہ بات واضح رہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تعزیر مالی کا جواز مطلقاً ہر جگہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ جہاں پر ذمہ دار شخصیت تعزیر مالی کو مصلحت سمجھے گی وہاں پر جاری کرے گی۔ اور فقہاء نے حضرات طرفین کے نزدیک عدم جواز کی جو بات

نقل فرمائی ہے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ تعزیر مالی شروع اسلام میں جائز تھی بعد میں یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، لیکن فقہ السنہ کے اندر منسوخ ہونے کی بات کی تردید کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ مالی جرمانہ شروع اسلام میں جائز تھا بعد میں منسوخ ہو چکا ہے، ان لوگوں کے پاس منسوخ ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور یہ دعویٰ بلا دلیل کے ہے؛ اس لئے یہ حکم آج بھی بدستور باقی ہے؛ لہٰذا جہاں ذمہ دار شخصیت تعزیر مالی کو جاری کرنا مصلحت سمجھے گی وہاں آج بھی تعزیر مالی (مالی جرمانہ) جاری کرنے کی گنجائش ہے۔

اور اگر وقتی طور پر کچھ مال ضبط کر کے رکھ لیں اور بعد میں جب وہ اپنے جرم سے تائب ہو جائے تو اسے واپس کر دیں، تو ایسا کرنا سب کے نزدیک جائز ہے اور تائب نہ ہونے کی صورت میں امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق متاثر کے حوالہ کرنے کی گنجائش ہے۔ اب فقہاء کے جزئیات ملاحظہ فرمایئے:

''فقہ السنہ''

"ومن قال: إن العقوبة المالية منسوخة فقد غلط على مذاهب الأئمة نقلا واستدلالا، وليس يسهل دعوى نسخها والمدعوون للنسخ ليس معهم سنة، ولا إجماع يصح دعواهم۔ "

(فقہ السنة ٢/ ٥٣٥)

"وعن أبي يوسف أن التعزير بأخذ الأموال جائز للإمام۔

(تبيين الحقائق قديم مكتبہ إمداديہ ملتان ٣/ ٢٠٨، جديد زكريا ٣/ ٦٣٤)

وعن أبي يوسف أن التعزير بأخذ المال جائز للإمام، وعندہما والشافعي ومالک وأحمد لا يجوز بأخذ المال، وما في الخلاصة: سمعت من ثقة أن التعزير بأخذ المال إن رأى القاضي ذلک أو الوالي جاز، ومن جملة ذلک رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيرہ بأخذ المال مبني على اختيار من قال بذلک من المشايخ لقول أبي يوسف۔"

(حاشية چلپی على الزيلعي، قديم ٣/ ٢٠٨، جديد زكريا ٣/ ٦٣٤)

"الأصل في مذہب أبي حنيفة أن التعزير بأخذ المال غير جائز، فأبو حنيفةومحمد لا يجيزانہ، بل إن محمدا لم يذكرہ في كتاب من كتبہ، أماأبويوسف فقد روى عنہ أن التعزير بأخذ المال من الجاني جائز إن رؤية فيہ مصلحة۔"

(الموسوعة الفقہية الكويتية ١٢/ ٢٧٠)

"يجوز تعزيرہ بأخذ المال مبني على اختيار من قال بذلک من المشايخ كقول أبي يوسف، وقال التمرتاشي:يجوز التعزير الذي يجب حقا الله تعالى لكل أحد بعلة النيابة عن الله تعالى۔"

(فتح القدير، زكريا ٥/ ٣٣٠)

''درمختار مع الشامی'' میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے، کافی تفصیل موجود ہے، اس میں سے تھوڑی سی عبارت اقتباس کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

"لا بأخذ المال في المذہب (بحر) وفيہ عن البزازية وقيل: يجوز ومعناہ أن يمسكہ مدة لينزجر ثم يعيدہ لہ، فإن أيس من توبتہ صرفہ إلى مايرى، وفي المجتبى: أنہ كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ، وتحتہ في الشامية: وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندہماوباقى الأئمة لا يجوز۔"

(درمختار مع الشامي، زكريا ٦/١٠٥-١٠٦، كراچی ٤/ ٦١)

''بزازیہ'' میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

"والتعزير بأخذ المال إن المصلحة فيه جائزة قال مولانا خاتمة المجتهدين مولانا ركن الدين أبو يحيى الخوارزميؒ: معناه أن نأخذ ماله ونودعه، فإذا تاب نرده عليه كما عرف في خيول البغاة وسلاحهم، وصوبه الإمام ظهير الدين التمرتاشي الخوارزمي، قالوا: ومن جملته من لا يحضر الجماعة يجوزتعزيره بأخذ المال۔"

(البزازية على الهندية ۶/ ۴۲۷، زكريا جديد ۲۵۱/۳)

کھوجی کتے پر لگائے گئے مصارف کا ذمہ دار کون۔۔۔؟

دعوی کو ثابت کرنے کے لیے جتنی بھی رقم خرچ کی ہو،وہ مدعی ہی کے ذمہ ہے،تاہم اگرثابت ہونے کے بعدمدعی علیہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے اور چوں وچرا کر کے جان چڑانے کی کوشش کرے،تواس وقت جتنا بھی پیسہ خرچ ہو جائے،اس کا تاوان مدعی علیہ سے لیاجائے گا۔

"واجرة المحضر على المدعى هو الاصح' وفى الخانية على المتمرد وهو الصحيح وفى الشامية : والحاصل ان اجرة الشخص بمعنى الملازم على المدعى و بمعنى الرسول المحضر على المدعى عليه لو تمرد بمعنى امتنع عن الحضور والا فعلى المدعى هذا خلاصة ما فى شرح الوهبانية،،،"

(الدرالمختار مع رد المحتار' كتاب القضاء ۳۷۲/۵ ط سعيد)

وأجرة المحضر على المدعي هو الأصح بحر عن البزازيةوفي الخانية على المتمرد وهو الصحيح ---

(الدرالمختار)

"مطلب في أجرة المحضر قوله (وأجرة المحضر الخ) بضم أوله وكسر ثالثه هو من يحضر الخصم وعبارة البحر هكذاوفي البزازية ويستعين بأعوان الوالي على الإحضار وأجرة الأ شخاص فيبيت المال وقيل على المتمرد في المصر من نصف درهم إلى درهم وفيخارجه لكل فرسخ ثلاثة دراهم أو أربعة وأجرة الموكل على المدعي وهوالأصح وفي الذخيرة أنه المشخص وهو المأموربملازمة المدعى عليه ا هوالإشخاص بالكسر بمعنى الإحضار فقد فرق بين المحضر وبين الملازم وهذا غير ما نقله الشارح فتأمل وفي منية المفتي مؤنة المشخص قيل في بيت المال وفي الأصح على المتمرد ا هـ"

(حاشيه ابن عابدين)

"وأجرة المحضر على المدعي هو الأصح بحر عن البزازية وفي الخانية على المتمردوهوالصحيح وكذا السلطان والمفتي والفقيه (أو) في (داره) ويأذن عموما.(قَوْلُهُ : وَأُجْرَةُ الْمُحْضِرِ إلَخْ) بِضَمِّ أَوَّلِهِ وَكَسْرِ ثَالِثِهِ هُوَ مَنْ يُحْضِرُ الْخَصْمَ ،وَعِبَارَةُ الْبَحْرِ هَكَذَا وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ : وَيَسْتَعِينُ بِأَعْوَانِ الْوَالِي عَلَى الْإِحْضَارِ ،وَأُجْرَةُ الْأَشْخَاصِ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَقِيلَ عَلَى الْمُتَرَدِّدِ فِي الْمِصْرِ وَمِنْ نِصْفِ دِرْهَمٍ إلَى دِرْهَمٍ وَفِي خَارِجِهِ لِكُلِّ فَرْسَخٍ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ أَوْ أَرْبَعَةٌ ، وَأُجْرَةُ الْمُوَكِّلِ عَلَى الْمُدَّعِي وَهُوَ الْأَصَحُّ وَفِي الذَّخِيرَةِ أَنَّهُ الْمُشَخِّصُ وَهُوَ الْمَأْمُورُ بِمُلَازَمَةِ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ ا هـ ، وَالْإِشْخَاصُ بِالْكَسْرِ بِمَعْنَى الْإِحْضَارِ فَقَدْ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُحْضِرِ وَبَيْنَ الْمُلَازِمِ ، وَهَذَا غَيْرُ مَا نَقَلَهُ الشَّارِحُ فَتَأَمَّلْ .وَفِي مُنْيَةِ الْمُفْتِي مُؤْنَةُ الْمُشَخِّصِ قِيلَ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَفِي الْأَصَحِّ عَلَى الْمُتَمَرِّدِ اهـ ، وَهَذَا مَا فِي الْخَانِيَّةِ .وَالْحَاصِلُ :أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّ أُجْرَةَ الْمُشَخِّصِ بِمَعْنَى الْمُلَازِمِ عَلَى

الْمُدَّعِي وَبِمَعْنَى الرَّسُولِالْمُحْضِرِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ لَوْ تَمَرَّدَ بِمَعْنَى امْتَنَعَ عَنْ الْحُضُورِ وَإِلَّا فَعَلَى الْمُدَّعِي ، هَذَا خُلَاصَةُ مَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ ."

(ردالمحتار،مطلب : فی الاجتهاد وشروطہ)

"الجواب: جب کسی کو اپنے حق کی حفاظت کے لئے بمجبوری نالش کرنا پڑے اور فریق مخالف کی طرف سے بالکل مخاصمانہ کارروائیوں کی وجہ سے بہت سے مصارف برداشت کرنا پڑیں تو اس صورت میں خرچہ کا روپیہ بہت سے علماء کے نزدیک (ومنہم مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) جائز ہے۔ یا اگر کسی حساب------------------ -------------ثم حاصل ماذکرہ من ضمان الساعی أنہ لو سعی بحق لایضمن ولو بلاحق، فإن کان السلطان یغرم بمثل ہذہ السعایۃ البتۃ یضمن، وإن کان قد یغرم وقد لا یغرم لا یضمن، والفتوی علی قول محمدؒ من ضمان الساعی بغیر حق مطلقا ویعزر۔ (شامی، کتاب السرقۃ، مطلب فی ضمان الساعی، زکریا دیوبند ۱۴۸/۶، کراچی ۸۹/۴) ولو غرم السلطان بمثل ہذہ السعایۃ ضمن، وکذا یضمن لو سعی بغیر حق ."

(امداد الفتاو ی)

"مطلب في ضمان الساعي قوله (أو سعى إلى سلطان) الظاهر أن هذه المسألةوالتي بعدها لا ضمان فيهما اتفاقا لإزالة الضرر اه ط قوله (قد يغرم وقد لا يغرم)بتشديدالراء على البناء للفاعل من مزيد الثلاثي قال في المنح والفتوى اليوم بوجوب الضمان على الساعي مطلقا قوله (فقال) الأول إسقاطه قوله(إنه وجد كنزا) زاد في جامع الفصولين فظهر كذبه ضمن إلا إن كانعدلا أو قديغرم وقد لا يغرم ورمز أيضا السعاية الموجبة للضمان أنيتكلم بكذب يكون سبباالأخذ المال منه أو لا يكون قصده إقامة الحسبة كمالو قال إنه وجد مالا وقد وجدالمال فهذا يوجب الضمان إذ الظاهر أنالسلطان يأخذ منهالمال بهذا السبب اه قوله (وبه يفتى) أي دفعا للفسادوزجرا له وإن كان غير مباشر فإن السعي سبب محض لإهلاك المال والسلطانيغرمه اختيارا لا طبعا هذا وفي الإسماعيلية مايفيدأنه ورد نهي سلطاني عن سماع القضاة هذا الدعوى فإنه أفتى بأنه لا يقضي عليه بالضمان إلا بأمرسلطاني--"

(الشامیہ)

"لَوْ سَعَى إلَى سُلْطَانٍ بِمَنْ يُؤْذِيهِ ، وَالْحَالُ أَنْ لَا يَدْفَعَ بِلَا رَفْعٍ إلَى السُّلْطَانِ أَوْسَعَى بِمَنْ يُبَاشِرُ الْفِسْقَ وَلَا يَمْتَنِعُ بِنَهْيِهِ أَوْ قَالَ لِسُلْطَانٍ قَدْ يُغَرِّمُ وَقَدْ لَا يَغْرَمُ إنَّهُ قَدْ وَجَدَ كَنْزًا فَغَرَّمَهُ السُّلْطَانُ شَيْئًا لَا يَضْمَنُ فِي هَذِهِ الْمَذْكُورَاتِ ، وَلَوْ غَرَّمَ السُّلْطَانُ أَلْبَتَّةَ بِمِثْلِ هَذِهِ السِّعَايَةِ ضَمِنَ ، وَكَذَا يَضْمَنُ لَوْ سَعَى بِغَيْرِ حَقٍّ عِنْدَ مُحَمَّدٍ زَجْرًا لَهُ : أَيْ لِلسَّاعِي وَبِهِ يُفْتَى وَعُزِّرَ ،وَلَوْ السَّاعِي عَبْدًا طُولِبَ بَعْدَ عِتْقِهِ ، وَلَوْ مَاتَ السَّاعِي فَلِلْمَسْعِيِّ بِهِ أَنْ يَأْخُذَ قَدْرَ الْخُسْرَانِ مِنْ تَرِكَتِهِ هُوَالصَّحِيحُ جَوَاهِرُ الْفَتَاوَى ."

(الشامیہ)

اختلاف سے بچنے کی خاطر حکومت یاایسے سربراہ کی سرپرستی ضروری ہے، جس سے مسئلہ کا تصفیہ ہو جائے، کیونکہ ایک مسئلہ کی وجہ سے دیگر کئی قسم کے مسائل جنم لینے سے حالات مزید پیچیدہ ہوسکتی ہیں-----۔ جہاں احادیث میں ذکر ملتاہے، تو اس میں حکومت وقت کو خطاب ہے، اس سے ثابت ہوتاہے، کہ جنائی مقدمات کا تصفیہ حکومت ہی کی سرپرستی میں ہونا چاہیے-----

حدثنا عبد الله بن محمد حدثنا محمد بن بكر حدثنا أبو داود حدثنا سعيد بن عمرو الحضرمي حدثنا إسماعيل بن عياش حدثنا ضمضم بن زرعة عن شريح بن عبيد عن جبير ابن نفير وكثير بن مرة وعمرو بن الأسود بعن المقدام ابن معدي كرب وأبي أمامة عن النبي عليه السلام قال "إن الأمير إذا ابتغى الريبة في الناس أفسدهم" .(إن الأمير إذا ابتغى الريبة الخ) الريبة بالكسر أي طلب أن يعاملهم بالتهمة والظن السوء ويجاهرهم بذلك قال في النهاية أي إذا اتهمهم وجاهرهم بسوء الظن فيهم أداهم ذلك إلى ارتكاب ما ظن بهم ففسدوا انتهى.قال المناوي ومقصود الحديث حث الإمام على التغافل وعدم تتبع العورات(أن الأمير إذا ابتغى الريبة في الناس أفسدهم) قال العلقمي."• قال في النهاية أي إذا اتهموهم وجاهرهم بسوء الظن فيهم أداهم ذلك إلى ارتكاب ما ظن بهم ففسدوا انتهى قال المناوي ومقصود الحديث حث الإمام على التغافل وعدم تتبع العورات---"

وفي البزازية ويستعين بأعوان الوالي على الإحضار-------

بزازیہ کی عبارت سے واضح ہوتاہے، کہ حکومت کے کارندوں کے ذریعے مدعی علیہ کو مطلب کیاجاءے، بنابرایں ہروہ چیز جس کا تعلق مدعی علیہ پر فرد جرم عاءد کی صورت میں ہو، حکومت وقت سے مدد طلب کی جائے

واللہ أعلم بالصواب۔

السید کلیم اللہ الحرمزئی ۔